ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

نصراللہ خاں کی خاکہ نگاری میں حلیہ وسراپا نگاری کا جائزہ

AN ANALYSIS OF HEAD TO FOOT APPEARANCE (HULIYA AND SRAPA NIGARI) IN SKETCHING OF NASRULLAH KHAN

*محمد سلیم عباس

پی ایچ۔ڈی اُردو اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ABSTRACT:

"Sketching (Khaka Nigari) is the genre of non-fiction prose in which many essentials have to be taken into account: Head to foot Appearance, personality portrayal, phenomenology, scenography, unitary perception and impartiality. All these essentials are present in the sketch of Nasrallah Khan, but in the Head to foot Appearance (Huliya and Srapa Nigari), he has skillfully reconstructed his sketches. This article will review the Head to foot Appearance (Huliya and Srapa Nigari) in the sketches of Nasrallah Khan."

Keywords: *Sketching, non-fiction,Appearance, reconstructed,sketches,Nasrallah Khan*

نصر اللہ خاں 11 نومبر 1920ء کو خواجہ عمر کے ہاں ریاست مالوہ جاورہ میں پیدا ہوئے۔ جب سات برس کے ہوئے تو امر تسر چلے گئے۔ ابتدائی تعلیم وہی سے حاصل کی 1945ء میں آگرہ یونیورسٹی سے بی۔اے اور بی۔ٹی کی اسناد حاصل کیں۔ نصر اللہ خاں 1935ء میں امر تسر سے شائع ہونے والے اخبار "آبشار" کے اجراہی سے صحافت کی وادیِ کارِزار میں قدم رکھ چکے تھے۔ آبشار میں ان کے ساتھ آغا خلش کاشمیری بھی شامل تھے۔ نصر اللہ خاں نے زمانہ طالب علمی میں صحافت کی تربیت مولانا ظفر علی خاں جیسے منجھے ہوئے صحافی سے حاصل کی۔ مشہور زمانہ اخبار "زمیندار" میں بھی کام کرتے رہے اور مولانا ظفر علی خان سے صحافت کے اسرار ورموز سیکھے۔

نصر اللہ خاں نے 1947ء میں ناگ پور یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا۔ تقسیم کے وقت پاکستان چلے آئے۔ درس وتدریس سے پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز کیا۔ بعد ازاں 1948ء میں ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہوئے اور 1954ء تک کام کیا۔ ریڈیو کا مشہور پروگرام "دیکھتا چلا گیا" نامی پروگرام کا سکرپٹ لکھنے کا آغاز کیا جسے مقبولیت کی سند حاصل ہوئی۔ ریڈیو کی ملازمت کے دوران میں روزنامہ "امروز" اور "نمکدان" میں بھی لکھتے رہے۔ ریڈیو کے لیے ڈرامے بھی لکھے "لائٹ ہاؤس کے محافظ" ڈرامے نے بہت مقبولیت حاصل کی۔ ریڈیو سے استعفیٰ دے کر پھر درس وتدریس کی طرف لوٹ آئے۔ ساٹھ کی دہائی کے اوائل میں روزنامہ "حریت" کا اجرا ہوا تو نصر اللہ خاں اس سے منسلک ہو گئے اور "آداب عرض ہے" کے عنوان سے فکاہی کالم لکھنا شروع کیا۔ اسی دوران میں ہفت روزہ "تکبیر" میں بھی کالم لکھتے رہے۔

"تکبیر" سے وابستگی 1990ء تک رہی۔ بعد ازاں "روزنامہ جنگ" میں کالم لکھتے رہے۔ نصر اللہ خاں کی اب تک تین کتب شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی "کیا قافلہ جاتا ہے" جب کہ دوسری کتاب "بات سے بات" کالموں کے انتخاب پر مشتمل تھی ان کی خودنوشت بعنوان "اک شخص مجھی سا تھا" ایک جریدے میں قسط وار شائع ہوتی رہی جو بعد میں کتابی شکل میں "اِک شخص مجھی سا تھا" کے عنوان سے شائع ہوئی۔ ماہِ فروری 2002ء میں اس صاحب طرز ادیب اور کالم نگار نے امریکہ کی ریاست میری لینڈ میں انتقال کیا۔

"کیا قافلہ جاتا ہے" کی تمام تحریریں بکھری ہوئی تھیں نصر اللہ خاں نے انہیں یکجا کرنے کا کبھی نہیں سوچا تھا مگر مشفق خواجہ کی تحریک سے انہوں نے اپنی تحاریر کو جمع کر کے کتابی شکل دی۔ اس کتاب میں اس عہد کے نامور قلم کاروں کی زندگی کے مختلف گوشے پیش کیے گئے ہیں۔ نصر اللہ خاں کو نثر لکھنے میں مہارت حاصل تھی وہ تمام عمر کالم لکھتے رہے اور اپنے منفرد اسلوب سے قارئین کو محظوظ کیا۔

اردو خاکہ نگاری میں چہرہ وسراپا نگاری کی روایت تو پہلے بھی کافی مضبوط رہی ہے مگر نصر اللہ خاں نے "کیا قافلہ جاتا ہے" میں سراپا نگاری کا حق

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

ادا کر دیا ہے۔ انہوں نے مکتبِ فکر کے لوگوں پر خاکے لکھے ہیں۔ ان میں کچھ معروف اور کچھ غیر معروف شخصیات شامل ہیں۔ مجموعی طور پر خاکوں کی تعداد باون ہے۔ اہم شخصیات میں مولوی عبدالحق، خواجہ حسن نظامی، احسان دانش، عطااللہ شاہ بخاری، شاہد احمد دہلوی شامل ہیں اور غیر معروف شخصیات میں شیخ صادق حسن، رفیق غزنوی، مچھو خان ٹیڑھی جیسے نام شامل ہیں۔ کتاب میں شامل دوسرا خاکہ سید عطا اللہ شاہ بخاری کا ہے۔ وہ اپنے وقت کے بہت بڑے خطیب اور حریت رہنما تھے۔ انگریز حکومت اور ختم نبوت کے حوالے سے آپ کی قربانیاں مدتوں یاد رکھی جائیں گی۔ اتنی بڑی علمی و سیاسی شخصیت پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ اُن کی آدھی سے زیادہ زندگی جیلوں میں گزری خاکے کے ابتدائیہ میں نصر اللہ خاں مولانا کے سراپا کو کمال مہارت سے پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

> "عالم با عمل" درویش خدا مست، بے باک، نڈر ادائیں قلندرانہ، جلال سکندرانہ، بارعب چہرہ، رنگ سپید سرخی مائل، آنکھوں میں جلال، چہرے پر جمال، لانبا قد، دہرا بدن، سر پر پٹے، گھنی داڑھی، بالوں پر مہندی لگاتے تھے۔ ان کی آواز میں بجلی کی کڑک اور بادلوں کی گرج تھی، لمبا سیاہ کرتا، پاؤں میں چپل۔۔۔ یہ تھے سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔"(۱)

نصر اللہ خاں نے پہلی دو سطور میں مولانا کی شخصیت کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کیا ہے اور پھر ان کے حلیہ کو جزئیات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مولانا کا رنگ بال داڑھی لباس سے لے کر چپل تک کا ذکر کیا ہے، تاکہ قاری کے سامنے مولانا کی مکمل تصویر آ جائے۔ مصنف کی ذاتی طور پر مولانا صاحب سے ملاقاتیں رہیں۔ اس لیے وہ ان کا حلیہ بڑی تفصیل سے پیش کیا ہے اور نصر اللہ خاں کا یہ کمال ہے کہ محض چند سطور میں مولانا کی مکمل شخصیت کو پیش کر دیا ہے۔ مولانا بہت مقبول عوامی لیڈر اور حریت رہنما تھے نصر اللہ خاں نے اپنے الفاظ میں انہیں ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا ہے۔

کتاب میں شامل اگلا خاکہ "مولوی محمد ایوب" کا ہے جو عالم دین اور مفسر تھے اور تمام عمر کلام پاک کی تدریس میں گزاری۔ مولانا ایک مدرسہ میں درس قرآن پاک دیا کرتے تھے ایک مدرس کا خاکہ لکھ کر نصر اللہ خاں نے انہیں ہمیشہ کے لیے امر کر دیا۔ پہلے بھی صنف خاکہ میں غیر ادبی اشخاص پر خاکے قلم بند کیے جاتے رہے ہیں مگر مصنف کا طریقہ انتخاب بھی منفرد ہے چوں کہ ہمارے ارد گرد ہزاروں لوگ مدرسوں میں درس دے رہے ہیں مگر ان کا خیال اور ان پر خاکہ لکھنے کا خیال کم لوگ ہی کرتے ہیں۔ مصنف نے مولانا کا حلیہ بڑی چابک دستی سے چند سطور میں بیان کر دیا، اقتباس ملاحظہ ہو:

> "مولوی صاحب دوہرے ڈیل کے آدمی تھے۔ میانہ قد اور موٹے سستے کپڑے کا کرتا اور اسی کی شلوار پہنا کرتے تھے۔ قمیص کے بٹن کھلے ہوئے۔ سر پر کپڑے کی ٹوپی۔ بڑی بڑی روشن آنکھیں، سفید داڑھی، لبیں کتری ہوئیں، پاؤں میں چپل، ہاتھ میں چھڑی، پان بہت کھاتے تھے اور اُگالدان سامنے پڑا رہتا تھا۔"(۲)

مصنف کی مولانا سے اکثر ملاقاتیں رہتی تھیں، مصنف نے مولانا کی سادگی کا ذکر پورے خاکے میں جگہ جگہ کیا ہے مگر حلیہ اور لباس کے حوالے سے ان کی سادگی کو بھی پیش کیا ہے۔ ان کے کپڑوں کے حوالے سے بڑی جزئیات نگاری سے کام لیا ہے اور ان کے قمیص کے بٹنوں تک کا ذکر کیا ہے اور کثرتِ پان خوری کو بھی بیان کیا ہے۔

ایک خاکہ مولانا عبد السلام نیازی کا ہے۔ نصر اللہ خاں نے ان سے پہلی ملاقات کا تاثر بڑی دلچسپ زبان میں لکھا ہے ملاحظہ ہو:

> "مولانا عبد السلام صاحب کو جب میں نے پہلی مرتبہ نصیر میاں کے دیوان خانے میں دیکھا تو یہ سمجھا کہ یہ کوئی پہلوان ہیں، جن مریضوں کے رگ پٹھوں میں تکلیف ہوتی ہوگی۔ یہ ان کی نصیر میاں کی ہدایت کے مطابق مالش کیا کرتے ہوں گے۔"(۳)

قاری پر مولانا کی شخصیت واضح کرنے کے لیے کتنا دلچسپ ماحول بنایا ہے تاکہ قاری مولانا کے بارے میں مزید جاننے کے لیے تجسس پیدا کیا جا سکے۔ پھر چند سطور میں مولانا کی بھاری بھرکم اور پہلوانوں جیسی جسامت کا ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ کریں:

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

”سر گھٹا ہوا، چار ابرو کا سفایا، اگر سر پر چوٹی ہوتی تو اور دھوتی باندھتے تو متھرا کے پانڈے معلوم ہوتے۔ پان کی سرخی باچھوں سے بہہ کر تھوڑی تک آجاتی، ململ کا کرتا، جس پر کتھے چونے کے داغ دھبے، چست پاجامہ، پاؤں میں نری کی جوتی، آواز بڑی کراری۔“(۴)

مولانا ویسے تو عالم دین تھے مگر دیکھنے میں کشتی کے پہلوانوں کی مانند تھے۔ اس لیے مصنف نے ان کا سراپا بھی پہلوانوں جیسا ہی بنا کر پیش کیا ہے۔ مصنف نے مولانا کو متھرا کے پانڈے سے بھی فکاہیہ انداز میں جوڑا ہے۔ کیونکہ مصنف فکاہیہ کالم نگاری میں بھی اپنا ہنر دکھا چکے تھے۔ اس لیے فکاہیہ اسلوب در آیا ہے۔ جس کی وجہ سے تحریر مزید قابلِ مطالعہ اور دلچسپ ہوگئی ہے۔

کتاب میں شامل ساتواں خاکہ اردو کے مشہور زمانہ ادیب خواجہ حسن نظامی کا ہے۔ خواجہ صاحب ہشت پہلو شخصیت کے مالک تھے، صاحب طرز نثار، حکیم، خطیب، صحافی، مبلغ اور صوفی تھے۔ غرض ان کی شخصیت متنوع تھی۔ دلی کی صاف اور رواں زبان لکھنے میں انہیں کو ملکہ حاصل تھا۔ خواجہ صاحب صوفی اور درویش قسم کے انسان تھے۔ ان کا حلیہ محض دو سطروں میں کمال مہارت سے پیش کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

”سر پر کُلا نما ٹوپی، آنکھوں پر سنہری فریم کی عینک، ہونٹوں پر پان کی دھڑی، کترواں لبیں، بھری داڑھی، جسم پر جبہ، شانوں پر زُلفیں، آنکھوں میں ذہانت کی چمک اور کشش، آواز میں کھنک، باتوں اور اداؤں میں ڈرامائیت۔“(۵)

نصر اللہ خاں نے زیادہ تر ان شخصیات کا انتخاب کیا ہے جنھوں نے ادبی طور پر اپنی شناخت قائم کی اور ایک زمانہ ان کا معترف رہا۔ انہیں شخصیات میں خواجہ حسن نظامی بھی شامل ہیں۔ اس خاکے میں خواجہ حسن نظامی ایک ادیب سے زیادہ متصوفانہ شکل میں قاری کے سامنے آتے ہیں۔ نواں خاکہ مولانا عبد المجید سالک کا ہے۔ مولانا سالک اردو صحافت میں مولانا سالک کی حیثیت کے درخشندہ ستارے کی تھی ۔ آزادی کے لیے سرگرم رکن کے طور پر ان کی شناخت قائم ہو چکی تھی۔ کچھ مدت کے لیے ہندوستان کے مشہور زمانہ اخبار ”زمیندار“ میں بھی کام کیا لیکن کچھ اختلاف کی وجہ سے زمیندار سے الگ ہو گئے اور مولانا غلام رسول مہر کے ساتھ مل کر ”انقلاب“ جاری کیا جس کو اردو صحافت میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ نصر اللہ خاں مولانا کی ظاہری شخصیت کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

”سالک صاحب صورت شکل سے لیڈر معلوم ہوتے تھے۔ اس زمانے میں چند لیڈروں کو چھوڑ کر سارے لیڈر ایسے ہی ہوتے تھے۔ لمبے چوڑے بھاری بھرکم، جیسے مولانا شوکت علی مولانا محمد علی یا جیسے سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔“ (۶)

خاکے کے آغاز میں ہی مولانا کی شخصیت کو سیاسی لیڈروں سے تشبیہ دے کر قاری کے لیے دلچسپی پیدا کر دی ہے اور ان کی صحت کو سیاسی لیڈروں جیسا بتایا ہے۔ آگے چل کر ان کے سراپا اور لباس کا ذکر بھی کرتے ہیں:

”سالک صاحب کا رنگ گندمی تھا، پیشانی کشادہ، آنکھیں بڑی بڑی لیکن اندر کو دھنسی ہوئی، کرتا شلوار اور شیروانی پہنتے، پاؤں میں گرگابی یا پمپ۔“(۷)

نصر اللہ خاں چہرے کے نقش و نگار کی ایک ہی نظر میں شاندار تصویر بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ ایسی تصویر بنانے میں باقی خاکہ نگاروں کو جان جوکھم میں ڈالنی پڑتی ہے اور چند سطور میں سراپا نگاری کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ یہ ان کی کاوش ہے کہ مولانا سالک جیسے صحافی کا خاکہ لکھ کر امر کر دیا۔

کتاب میں شامل اگلا خاکہ مولانا چراغ حسن حسرت کا ہے۔ مولانا اردو صحافت کا بہت بڑا نام ہیں۔ فکاہی کالم لکھنے میں اُن کا کوئی ثانی نہیں۔ لطیفہ گو، بذلہ سنج ادیب تھے۔ پاکستان آرمی میں بحیثیت کیپٹن بھرتی ہوئے ریڈیو میں بھی کام کیا اور اپنے ذاتی رسالے ”شیرازہ“ کا بھی اجرا کیا نصر اللہ خاں نے اُن کا حلیہ بڑی مہارت سے پیش کی ہے، ملاحظہ ہو:

”حسرت صاحب بڑے کلے ٹھلے کے آدمی تھے۔ دید ارو کشادہ پیشانی، سر پر بال تھوڑے تھوڑے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

گھنگریالے، ستواں ناک، دہرا جسم، چوڑا چکلا سینہ، دراز قامت، منھ پر مونچھ مگر مروڑنے والی مونچھوں سے کم، لمبا کرتا، بڑی موری کا پاجامہ، ڈبل فریم کی عینک لگاتے تھے۔ آواز میں بڑی کھنک تھی۔"(۸)

جب ہم چراغ حسن حسرت کے نام کے ساتھ مولانا کا نام پڑھتے ہیں تو ایسا تاثر پیدا ہوتا ہے جیسے وہ کوئی بڑی داڑھی اور سر پر دستار پہنے ہوئے بڑی توند والے عالم دین ہوں گے۔ مگر جب نصر اللہ خاں ان کی تصویر پیش کرتے ہیں تو وہ ایک الگ قسم کے انسان نظر آتے ہیں۔ نصر اللہ خاں نے خاکے میں جابجا مولانا کی باقی عادات کا بھی مفصل ذکر کیا ہے۔ جس میں حقہ پینے اور مختلف انداز میں سگریٹ پینے کا طریقہ بھی دلچسپ ہے۔ نصر اللہ خاں نے زیادہ تر خاکوں میں اپنی موضوع شخصیات کا حلیہ خاکے کے درمیان میں پیش کیا ہے مگر مولانا چراغ حسن حسرت کے خاکے میں آغاز سے ہی ان کا سراپا واضح کر دیا ہے اور اتنا مکمل حلیہ بیان کیا ہے کہ کوئی بھی قاری مولانا کو ایک نظر دیکھنے کے بعد ہی پہچان لے گا کہ یہی مولانا حسرت ہیں۔

کتاب میں شامل چودھواں خاکہ ڈاکٹر محمد دین تاثیر کا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہشت پہلو شخصیت تھے، وہ صحافی شاعر اور نثر نگار کے ساتھ ساتھ انگریزی کے معلم بھی تھے۔ تاثیر صاحب کیمبرج یونیورسٹی کے پہلے پاکستانی پی ایچ۔ڈی تھے گورنمنٹ کالج امرتسر جب نیا نیا بنا تو وہ اس کے پہلے پرنسپل بنے بعد ازاں گورنمنٹ پرتاب نگر کالج سری نگر میں پرنسپل مقرر ہوئے اور تمام عمر اردو اور انگریزی میں لکھتے رہے۔ تاثیر صاحب کا خاکہ باقی خاکوں کی نسبت طویل ہے خاکے کے شروع میں محمد دین تاثیر کا قد و قامت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"درمیانہ قد، دوہرا بدن، سپید رنگت، بڑا سر، ابھری ہوئی پیشانی، ستواں ناک، دانتوں میں کالی ریکھیں، آواز میں کھنک، ہزاروں میں بیٹھے ہوئے ہوں تو اپنی مخصوص آواز اور قہقہوں سے پہچانے جاتے، آنکھیں روشن اور بڑی بڑی اور پھر ان آنکھوں میں شرارت، مرحوم کبھی نچلے نہیں بیٹھ سکتے تھے، کبھی اسے چھیڑا کبھی اسے، البتہ دھول دھپے کی نوبت نہ آنے دیتے اور آتی تو صاف بچ نکلتے۔"(۹)

نصر اللہ خاں نے جہاں غیر معروف لوگوں کے خاکے قلم بند کیے ہیں، وہیں اردو ادب کے مشہور ادباء اور شعبہ تعلیم سے منسلک افراد پر بھی قلم اٹھایا ہے اور ان شخصیات کو الفاظ کے ذریعے محفوظ کر دیا ہے۔ وہ شخصی اوصاف کے ساتھ جسمانی اوصاف کی صاف اور مکمل تصویریں پیش کرتے ہیں۔

انیسواں خاکہ شاعر مزدور احسان دانش کا ہے۔ احسان دانش اردو ادب کے ایسے شاعر ہیں جنہوں نے ہر قسم کی مزدوری کی اور باقاعدہ کسی ادارے سے تعلیم حاصل نہیں کی اور پھر ایک وقت ایسا آیا کے ہندوستان میں وہ ہر مشاعرے کی جان بن گئے اور ان کے بغیر مشاعرہ نامکمل سمجھا جاتا تھا۔ خاکہ نگار کا ان سے ذاتی تعلق تھا اور وہ امرتسر سے خاص ان سے ملنے آتے اور رات گئے تک ان سے گفتگو رہتی۔ احسان دانش کھلے دل والے سادہ مزاج انسان تھے۔ ان کا سراپا بھی خاکے کے شروع ہی میں بیان کر دیتے ہیں، ملاحظہ کریں:

"رنگ سیاہ فام، درمیانہ قد، سر بالوں سے خالی، کلین شیو، ان کا بدن اس پہلوان کی طرح تھا جس نے زور کرنا چھوڑ دیا ہو (ویسے انہوں نے جوانی میں پہلوانی بھی کی تھی) بڑی بڑی سیاہ سوچتی ہوئی آنکھیں، جن میں کبھی کبھی اسکول کے بچوں کی طرح معصوم سی شرارت بھی جھانکنے لگتی، سر پر بالوں والی ٹوپی پہنتے اور کبھی ننگے سر بھی ہوتے، کبھی شیروانی اور کبھی کتھئی رنگ کا لمبا کُرتا اور پاجامہ پاؤں میں، کبھی پمپی اور کبھی چپل، یہ تھے مزدور شاعر احسان دانش۔"(۱۰)

اتنا مکمل سراپا وہی شخص بیان کر سکتا ہے جس کی ذاتی ملاقاتیں رہی ہوں۔ نصر اللہ خاں کی احسان دانش سے ملاقاتیں تو رہیں مگر اس قدر زیادہ نہیں پھر بھی انہوں نے جس مہارت سے ان کا حلیہ بیان کیا ہے وہ دلچسپ اور مصنف کی ہنرمندی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

عطیہ بیگم فیضی ایک مقبول شخصیت ہیں، ہندوستان میں ان کا نام علمی و ادبی حوالے سے اہم ہے۔ وہ ایک رئیس گھرانے کی خاتون تھیں، بڑے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

بڑے لوگ ان کے ساتھ تعلق رکھنے کے خواہش مند رہے۔ جن میں مولانا شبلی اور اقبال کے نام بھی شامل ہیں۔ عطیہ بیگم کا ذکر تو ہماری ادبی روایت میں اکثر سنا جاتا ہے مگر ان پر باقاعدہ تحریریں نایاب ہیں، نصر اللہ خاں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے عطیہ بیگم کا شاندار خاکہ اپنی کتاب میں شامل کیا، عطیہ بیگم کی چال ڈھال اور سراپے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> "میں نے عطیہ بیگم کو اس عمر میں دیکھا جب ان کی جوانی ڈھل رہی تھی، چھوٹا سا قد، بڑی بڑی روشن آنکھیں، ان آنکھوں میں بلا کی چمک اور ذہانت تھی، ہاں رنگ روپ وقت کے ساتھ بدلتا گیا، اب کچھ مٹیالہ ہو کر سانولا ہو گیا تھا، ناک ستواں تھی، ساڑھی پارسنوں کی طرح باندھتی تھیں، پاؤں میں گرگابی، ناپ تول کر قدم رکھتیں، آواز بڑی رعب دار ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے، گلے میں کبھی سیاہ دانوں کی مالا، کبھی کھنٹا، بغل میں چھتری،"(۱۱)

"کیا قافلہ جاتا ہے" میں موجود تمام شخصیات ایسی ہیں جنہوں نے علمی اور ادبی لحاظ سے اپنے آپ کو منوایا اور اپنے اپنے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ مصنف کا ان شخصیات سے کسی نہ کسی واسطے سے ذاتی تعلق رہا۔ اس لیے وہ انھیں ہر زاویہ سے جانتے اور پہچانتے تھے۔ اسی وجہ سے کتاب میں ہر مکتبِ فکر کے افراد کو شامل کیا گیا ہے۔ نصر اللہ خاں کے اسلوب بیان اور شگفتگی نے اس کتاب کے خاکوں کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو نصر اللہ خاں نے خاکوں میں دلچسپی کے رنگ بھر دیے ہیں اور قاری ان رنگوں سے محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خاکہ نگاری کے تمام اوصاف موجود ہیں اور خاکہ نگار نے ان کا استعمال توجہ اور انہماک سے کیا ہے۔ مصنف نے مختلف حالات وواقعات اور خوب صورت الفاظ برجستہ جملوں کی مدد سے خاکوں کو ہر لحاظ سے معیاری اور دلآویز بنا دیا ہے۔ یہ نصر اللہ خاں کا کمال ہے کہ خاکوں میں شامل تمام شخصیات کو انہوں نے نہایت خوبی سے قاری کے سامنے پیش کیا ہے کہ قاری ان تمام شخصیات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ خاکہ نگاری میں سراپا نگاری کے حوالے سے شاہد احمد دہلوی رشید احمد صدیقی، جیسے بڑے بڑے نام آتے ہیں۔ ان میں اب نصر اللہ خاں بھی شامل ہیں۔ شاہد احمد دہلوی، رشید احمد صدیقی کے حوالے سے بہت کام ہو چکا ہے مگر نصر اللہ خاں کی بحیثیت خاکہ نگار ایک گمنام حیثیت ہے اور ان پر زیادہ کام نہیں ہو پایا جس کے وہ حق دار تھے۔ بطور صحافی تو ان کی پہچان ہے مگر بطور خاکہ نگار ان کی وہ پذیرائی نہ ہو سکی جو ان کے دوسرے معاصرین کی ہوئی۔

حوالہ جات

۱۔ نصر اللہ خان، کیا قافلہ جاتا ہے، کراچی: مکتبہ تہذیب وفن، 1984ء، ص14
۲۔ ایضاً، ص19
۳۔ ایضاً، ص22
4۔ ایضاً، ص22
۵۔ ایضاً، ص29
۶۔ ایضاً، ص49
۷۔ ایضاً، ص54
۸۔ ایضاً، ص54
۹۔ ایضاً، ص69
۱۰۔ ایضاً، ص97
۱۱۔ ایضاً، ص115